شریعت اپیلیٹ بنچ کے ساتھ سلوک؟

آصف محمود ؂

سپریم کورٹ کے ججز کی تعیناتی کا معاملہ ہوتو یہ ہمارے ہاں قومی سیاسی موقف اور بحث کا محور بن جاتا ہے۔لیکن سخت حیرت کی بات یہ ہے کہ پارلیمان سے لے کر صحافت تک کہیں یہ معاملہ زیر بحث نہیں آسکا کہ وفاقی شرعی عدالت اس وقت ۸ کے بجائے صرف دو ججز سے کام کررہی ہے اور ایک عرصے سے ججز کی آسامیاں خالی پڑی ہیں۔

سپریم کورٹ میں مقدمات کی سماعت کے لیے جب بنچ تشکیل دیے جاتے ہیں،تو ان کی خبریں ذرائع ابلاغ پر اہتمام سے شائع کی جاتی،لیکن اس نکتے پر کبھی کسی نے آواز نہیں اٹھائی کہ سپریم کورٹ کا شریعت اپیلیٹ بنچ دوسال سے معطل ہے اور اس کے سامنے پچھلی صدی کے مقدمات زیرالتوا پڑے ہیں کہ بنچ بنے تو ان کی سماعت ہو۔

ریاست پاکستان جس کا مملکتی مذہب آئین کے آرٹیکل ۲ کے تحت اسلام ہے، اور جس کے آئین میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے، اور جس کے آرٹیکل ۳۱ کے تحت ریاست پابند ہے کہ ایسے اقدامات کرے،جن کے نتیجے میں لوگ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔اس کے ذمہ داران واقعتاً اپنا نظمِ اجتماعی قرآن وسنت کے مطابق مرتب کرنا چاہتے ہیں یا اسلام کی بات یہاں محض برائے وزن بیان کی جاتی ہے؟اگر عملی سطح پر اہلِ حل وعقد کا طرزِ عمل دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملاتِ زندگی نوآبادیاتی دورِ غلامی کے قانونی ڈھانچے کے مطابق ہی چلانا چاہتے ہیں۔

؂ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، اسلام آباد

یہاں سپریم کورٹ کا شریعت اپیلیٹ بنچ بنایا گیا اور طے کیا گیا کہ اس میں دو جید علما جج بھی شامل ہوں گے۔ یہ دو جج وفاقی شرعی عدالت سے بھی لیے جا سکتے ہیں اور صدر مملکت چاہیں تو جناب چیف جسٹس کی مشاورت سے براہ راست علمائے کرام میں سے ان کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔لیکن ان علما ججوں کے ساتھ جو 'حُسن سلوک' کیا جا رہا ہے، آیئے اس پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں تاکہ آپ کو اس باب میں کوئی شک نہ رہے کہ ہمارا انتظامی ڈھانچا اور مقتدرہ 'اسلامائزیشن' کے لیے کتنے سنجیدہ ہیں۔

سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان کی مجموعی تنخواہ دس لاکھ روپے سے زیادہ ہے، تقریباً ۱۳ یا ۱۴ لاکھ روپے ماہانہ۔لیکن اسی سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے علما جج صاحبان کی تنخواہ مبلغ ۲ لاکھ ۶۶ ہزار روپے ہے، جو ضلعی عدالت کے جج کی تنخواہ سے بھی شاید کچھ کم ہی ہے۔سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے علما جج صاحبان کو مراعات یعنی گاڑی، ڈرائیور، دفتر، سٹاف وغیرہ کی سہولیات صرف اس دوران ملتی ہیں، جب وہ بنچ میں کسی مقدمے کی سماعت کر رہے ہوں۔مقدمے کی سماعت کے دس دن (اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن) بعد ان سے یہ تمام مراعات لے لی جاتی ہیں۔فیصلہ سازوں نے طے کر رکھا ہے کہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے علما جج صاحبان کو میڈیکل الاؤنس بھی نہیں دینا، وہ بیمار ہوں تو ہوتے رہیں۔ اس ملک میں ایک چوکیدار کو بھی میڈیکل الاؤنس دیا جاتا ہے،لیکن سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے علما جج صاحبان کو نہیں دینا۔ (سچ پوچھیں تو علما ججوں کے ساتھ اس سے بہتر سلوک ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور میں کیا گیا تھا)۔

اب آیئے ملک کے نظامِ عدل کے اس اہم ترین اسلامی اور شرعی ستون کی فعالیت کا عالم دیکھ لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ شریعت اپیلیٹ بنچ ہی نے وہ مقدمات سننے ہوتے ہیں، جن کا تعلق اسلامی قانون کی تعبیر سے ہو۔حتیٰ کہ اگر کسی کے خیال میں کوئی قانون اسلام سے متصادم ہے تو یہ مقدمہ بھی فیڈرل شریعت کورٹ سے پھر سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں آتا ہے۔

'رشیدہ پٹیل کیس' کا فیصلہ ۱۹۸۹ء میں وفاقی شرعی عدالت نے کیا۔اس فیصلے میں لکھا گیا کہ 'زنا بالجبر کا جرم اصل میں حرابہ ہے'۔اس فیصلے کے خلاف اپیل ہوئی اور شریعت اپیلیٹ بنچ نے ابھی تک اس پر فیصلہ نہیں کیا۔ ۳۲ سال گزر گئے، فیصلہ معطل پڑا ہوا ہے۔ بنچ بنے گا اور بنچ کو

کیس بھیجا جائے گا، تب بنچ فیصلہ سنائے گا۔ اس اپیل پر فیصلہ آجاتا تو شاید جنرل پرویز مشرف کو ویمن پروٹیکشن بل لانا ہی نہ پڑتا۔ یاد رہے کہ مشرف دور کی اس قانون سازی کے خلاف بھی وفاقی شرعی عدالت فیصلہ دے چکی ہے اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے پاس اپیل زیر التوا ہے۔ آخری مرتبہ اس بنچ نے ۲۰۱۰ء میں اس اپیل پر سماعت کی تھی۔ ۱۲ سال گزر گئے اپیل وہیں کی وہیں پڑی ہے۔ اب بنچ بنے گا اور بنچ کو کیس بھیجا جائے گا، تب بنچ فیصلہ سنائے گا۔

یہی معاملہ کورٹ فیس ایکٹ کے ساتھ ہوا۔ مغلوں کے زمانے میں یہ نہیں ہوتا تھا۔ برطانوی نوآبادیاتی دورِ غلامی میں رعایا سے کہا گیا: ''انصاف لینے آتے ہو تو فیس بھی ادا کیا کرو'۔ چنانچہ کورٹ فیس عائد کردی گئی۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے ۱۹۹۴ء میں اس کورٹ فیس کے خلاف فیصلہ دیا کہ ''یہ غیر اسلامی ہے اور انصاف کے لیے عدالت آنے والوں سے یہ فیس نہیں لی جاسکتی''۔ لیکن اس فیصلے کے خلاف اپیل ہوئی اور اس اپیل پر آج تک فیصلہ نہیں ہوسکا۔ بنچ بنے گا اور بنچ کو کیس بھیجا جائے گا، تب بنچ فیصلہ سنائے گا۔ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ نے آخری سماعت ۵ دسمبر ۲۰۲۰ء کو کی تھی۔ پانچ دن سماعت ہوئی اور پھر بنچ ٹوٹ گیا۔ یہیں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ پچھلے ۲۰، ۳۰ سال میں شریعت اپیلیٹ بنچ کے سامنے ایسے کتنے مقدمات سماعت کے لیے رکھے گئے، جن کا تعلق قوانین کو اسلام کی رُو سے جانچنے سے تھا کیونکہ اس بنچ کا اصل مقصد تو یہی تھا۔

پارلیمان اگر آئین سے مخلص ہے، اگر وہ واقعی آئین کی بالادستی پر یقین رکھتی ہے، تو اسے اس سوال کا جواب دینا ہوگا کہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کی عدم فعالیت کی وجوہ کیا ہیں اور اس سلسلے میں وہ ضروری قانون سازی کیوں نہیں کر پا رہی؟ مقدمات کب تک التوا میں رہیں گے اور بنچ کب تک نہیں بنیں گے؟ سماعت کب تک نہیں ہوگی؟ یہ سوالات اب معاشرے کے اجتماعی ضمیر کا رستا ہوا ناسور بن چکے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر قانون سازی کی ضرورت ہے تو کیوں نہیں کی جاتی؟ کم از کم اتنا قانونی ضابطہ تو بنا دیا جائے کہ یہ بنچ زیادہ سے زیادہ کتنے دن یا ہفتے یا مہینے یا سال غیر فعال رہ سکتا ہے اور اسے زیر التوا مقدمات کا فیصلہ کتنے عرصے میں کر دینا چاہیے۔ ابھی تو کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کب بنچ بنے گا اور کب سماعت ہوگی؟ کیا اسلامائزیشن اس طرح ہوتی ہے؟